اسلام میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

سید حیدر شاہ*

ABSTRACT

Islam is a religion of peace and tranquiltiy. It works for the welfare of all human beings. In the Holy Quran, war against the non-belivers is only permissible when they assualt muslims (adopt agressive measures against muslims). During the war , Islam does not allow to harm their handicaped, women, children and eldarly persons. The non-belivers who seek peace and want to live with peace and tranquility in the Islamic state, Islam permits to have peaceful settlement with them. The security of their lives, properties, honour and religion is assured by the Islamic state. At the hour of need, they are provided financial assistance too. Ful religious freedom is granted to them. No one is forced to ebmrace Islam. Islam treats all the non-belivers with equality and cares them well. All the treaties made with them, are fully respected and honoured. If non-belivers break the treaties, they are first informed about the breakage of the treaty. In case, the non-muslim do not abide by the treaty and obdurate to violate the settlemant, then action can be taken against them. As a whole, the non-muslim subjects of Islamic state have the equal rights with the muslims.

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے۔تاکہ لوگ ضلالت کے گڑھے سے نکل کر راہ راست پر گامزن ہوسکیں۔انبیاء علیھم السلام کے مقدس سلسلے کے اختتام پر حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام کو دیگر تمام مذاہب پر غالب کر دیا جائے۔ارشاد عزوجل ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ (الصّف:۹)

”وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ اور سچا دین دے کر کہ اس کو بلند کرے سب ادیان پر اور چاہے بُرا مانیں سب شرک کرنے والے۔“

حضور ﷺ کی مکی زندگی میں دعوت الی اللہ وتبلیغ دین پُر امن تھی۔مگر کفار مکہ نے اس کے خلاف جارحیت وتشدد کا راستہ اختیار کیا۔جس کے جواب میں کئی سال بعد مدینہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت ملی۔اس کے ذریعے سرکش قوتوں کو مطیع

* ڈاکٹر،اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علومِ اسلامیہ،بلوچستان یونیورسٹی،کوئٹہ۔　برقی پتا:hydershah_uob@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۲۶فروری۲۰۱۰ء

کرنا مطلوب تھا۔اسلام میں جہاد وقتال اگرچہ فرض کی حیثیت رکھتے ہیں۔مگر ان کا مقصد کسی کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں بلکہ جارحیت وتشدد پر آمادہ قوتوں کا انسداد مقصود ہوتا ہے۔جب مخالف قوتیں اپنی سرکشی چھوڑ کر مطیع بننے پر آمادہ ہوں تو انہیں اسلامی ریاست میں بطور اہل الذمہ شامل کیا جاتا ہے۔جہاں وہ تمام بنیادی حقوق کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ معمولات زندگی میں وہ مسلم رعایا کے مساوی درجے پر آجاتے ہیں۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ٥(التوبۃ:۲۹)

''اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں۔ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ ماتحت ہوکر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔''

جارح قوتوں کے خلاف قتال واجب ہے یہاں تک کہ وہ ہتھیار رکھ کر اسلامی ریاست کے اطاعت گزار نہ بن جائیں۔اور جزیہ کی ادائیگی ان کی اطاعت شعاری کا ثبوت ہوگی۔اس آیت میں حکم تو اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے متعلق ہے۔مگر جو خصائل (کفر) ان کی بیان ہوئی ہیں۔وہ ان سے کہیں زیادہ دیگر مشرکین میں پائی جاتی ہیں۔اس لیے اُن سے قتال بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔اور مُشرکین عرب کو چھوڑ کر باقی علاقوں کے مشرکین کے اظہار اطاعت کی صورت میں ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے۔جیسا کہ حضور ﷺ نے مجوس یمن سے لیا حالانکہ وہ اہل کتاب نہ تھے۔

مشرکین عرب کا جزیہ سے استثناء حضور ﷺ کے فرمان کی بنا پر ہے۔جس میں جزیرۃ العرب کو قیامت تک کے لیے توحید کا جغرافیائی مرکز قرار دیا گیا ہے، اس کی حدود کے اندر کفر وشرک کی اجازت کسی شرط پر نہیں دی جاسکتی۔اس لیے مشرکین عرب کے لیے جزیہ نہیں بلکہ دو ہی صورتیں تھیں کہ وہ مسلمان ہوجائیں یا جزیرۃ العرب سے باہر نکل جائیں۔

جزیہ کے معنی بدلہ اور عوض کے ہیں یعنی وہ رقم جو اسلامی حکومت اپنی غیر مسلم رعایا سے ان کے جان و مال کی حفاظت کے معاوضہ میں وصول کرتی ہے۔یہ لوگ فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہوتے ہیں اور ان پر زکوٰۃ بھی لاگو نہیں ہوتی جبکہ مسلم رعایا پر فوجی خدمات نیز صاحب نصاب لوگوں پر زکوٰۃ دونوں چیزیں لاگو ہوتی ہیں۔اس طرح ذمی اقوام معمولی سا جزیہ ادا کرکے زیادہ سہولت میں رہتی ہیں۔جزیہ بھی صرف صاحب استطاعت اور برسر روزگار لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ان کے مفلس ومحتاج، معذور، عورتیں اور بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔[دورِ جدید میں فوجی ضروریات کی تکمیل انکم ٹیکس وغیرہ سے ہوتی ہے جو کہ مسلم وغیر مسلم دونوں سے لیا جاتا ہے، اس لیے اب جزیہ کے حوالے سے کوئی بھی اسلامی مملکت اپنے حالات کے مطابق فیصلہ کرے گی (مدیر)](۱)

مفتوحین پر قبول اسلام میں تو کوئی جبر نہیں مگر انہیں اسلامی ریاست کا ماتحت ومطیع بن کر امن وسلامتی سے رہنا ہوتا

ہے۔جس کی علامت ان کی طرف سے جزیہ کی ادائیگی ہے۔ایسے لوگوں کو اسلامی اصطلاح میں اہل الذمہ یا ذمی کہا جاتا ہے۔یعنی وہ لوگ جو مسلم حکومت کے ذمہ میں آجائیں۔جدید اصطلاح میں غیر مسلم رعایا کے لیے مذہبی اقلیت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔اس میں کئی طرح کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔مثلاً ذمی جو مفتوح ہو کر جزیہ ادا کرتے ہوں۔دوسرے وہ معاہدین جو بغیر جنگ کیے مصالحت کے ذریعے مسلمانوں کے زیر انتظام آ گئے ہوں۔تیسرے مستامن۔یعنی وہ لوگ جو مسلمانوں سے امن لیکر اسلامی ریاست میں آئے ہوں۔مثلاً تاجر۔وفود اور سفیر وغیرہ۔اور چوتھے وہ جنگی قیدی ہیں جو مسلمانوں کی قید میں ہوں۔اسلام نے ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کا درس دیا ہے۔الغرض ان تمام مذہبی اقلیتوں کو قرآن مجید کے حوالے سے جو حقوق حاصل ہیں وہ درج ذیل ہے۔

ا۔حفاظتِ جان:

قرآن مجید میں قتل ناحق کی سخت مذمت آئی ہے۔کسی بے گناہ شخص کا خون پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اور کسی بے قصور شخص کو مارے جانے سے بچالینے کو ساری انسانیت کی حفاظت کے برابر قرار دیا ہے۔فرمان الٰہی ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدۃ:۳۲)

''جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان یا بغیر فساد کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ رکھا سب لوگوں کو۔''

یہاں صرف مسلمانوں کے قتل ناحق کی ممانعت نہیں بلکہ اسلامی مملکت کے سب شہریوں کے خون ناحق سے روکا گیا ہے۔اگر کوئی شخص ناحق قتل کیا جائے تو شرع اسلامی نے مقتول کے اولیاء کو چارہ جوئی کا حق دیا ہے۔اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قاتل کو سزا دے۔ارشاد ربانی ہے۔

وَ لَا تَـقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۳)

''اور نہ مارو اس جان کو جس کو منع کر دیا اللہ نے مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے تو دیا ہم نے اس کے وارث کو زور۔سو حد سے نہ نکل جاوے قتل کرنے میں اس کو مدد ملتی ہے۔''

اس میں یہ شرط نہیں کہ مقتول مسلمان ہو بلکہ ذمی و معاہد (مقتول) کے ورثا کو بھی قصاص لینے کا حق حاصل ہے۔اس کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى (البقرۃ:۱۷۸)

''اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں۔''

قصاص لینے میں مسلم وذمی کی کوئی تمیز نہیں۔ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

''مقتول ذمی کے بدلے میں قاتل مسلمان کا قتل واجب ہے۔کیونکہ (عام حقوق میں) ایک ذمی اور ایک مسلمان کے مابین کوئی فرق نہیں ہے اور قصاص کے واجب ہونے کا حکم عام ہے سب میں۔اس آیت کریمہ کی رو سے (عام معاملات میں) ایک کافر اور ایک مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔قصاص کا حکم دونوں پر جاری ہوگا۔اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے کہ جو مظلوم قتل ہوا ہو ہم نے اس کے ولی کو دعویٰ کا حق دیا ہے۔''(۲)

۲۔ذمی ومعاہد کی دیت:

قرآن مجید میں قتل خطا کے بدلہ میں دیت یعنی خون بہا کی ادائیگی اور کفارہ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔مقتول مسلم ہو یا ذمی دونوں کے دیت وکفارہ مساوی رکھے گئے ہیں۔ارشاد الٰہی ہے:

وَ مَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ وَّ دِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَہۡلِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّصَّدَّقُوۡا... وَ اِنۡ کَانَ مِنۡ قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ فَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ وَ تَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ(النساء:۹۲)

''اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے ایک گردن مسلمان کی اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کردیں۔۔۔۔اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے تو خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی۔''

دور جہالت میں دیت کا نصاب سو اونٹ تھا۔اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا۔یعنی قاتل مقتول کے ورثا کو سو اونٹ یا ان کی قیمت دے گا۔اس حکم کی تفسیر میں ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جہاں مسلمانوں کی دیت کا ذکر فرمایا ہے۔وہیں عطف کر کے معاہد اور ذمی کی دیت بھی وہی قرار دی ہے۔جو مسلمان کی ہے۔یہ دیت ایک بدیہی چیز تھی کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دیت کا لفظ استعمال نہ ہوتا۔اس لیے کہ دیت تو ایک مقدار معلوم کا نام ہے کسی جان کے بدلے میں،اس میں نہ اضافہ ہوسکتا ہے نہ کمی ہوسکتی ہے اور لوگ مقادیر دیات سے پہلے ہی واقف تھے مگر مسلم وکافر کی دیت کے فرق سے ناواقف تھے،پس واجب ہوا کہ کافر (ذمی ومعاہد) کی دیت بھی وہی ہو جو مسلمان کی تھی۔''(۳)

اسلام نے مسلم وذمی (معاہد) کا خون بہا مساوی رکھا ہے۔اس میں کسی طرح کا امتیاز روا نہ رکھ کر یہ ثابت کردیا ہے۔کہ دنیاوی معاملات میں وہ صرف انسانیت کو پیش نظر رکھتا ہے۔اور کافر ومسلم میں فرق رکھ کر مسلمانوں کی بالادستی قائم نہیں کرتا بلکہ مساوات کامل کا اصول پیش کرتا ہے۔

۳۔تحفظِ ناموس:

قرآن مجید میں کسی اجنبی عورت سے جنسی تعلق کو حرام بتایا گیا ہے۔اسے بے حیائی اور بدچلنی قرار دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو اس قبیح فعل کے قریب پھٹکنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔اور حکم عدولی کی صورت میں مرد وعورت دونوں کے لیے سزا مقرر فرمائی جسے شرعی اصطلاح میں حد کہا جاتا ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ. (النور:۲)

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکار مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو دُرے۔''

قرآن مجید میں زنا کی ممانعت نیز ارتکاب کی صورت میں سزا کا حکم اس امر کی دلالت کرتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ انسانی معاشرے میں فحاشی و بدچلنی کا مکمل انسداد چاہتا ہے۔اس میں صرف مسلم ہی نہیں بلکہ معاشرے میں شامل سب کی عصمت کا تحفظ مطلوب ہے۔مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کی رو سے بدکاری مطلقاً حرام ہے خواہ وہ کسی عورت سے کی جائے۔قطع نظر اس سے کہ وہ عورت مسلمان ہو یا غیر مسلم (ذمی) اپنی قوم کی ہو یا غیر قوم کی۔دوست ملک کی ہو یا دشمن ملک کی۔''(۴)

اسلام حاکم قوم (یعنی مسلمانوں) کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ محکوم رعایا (یعنی ذمیوں) کی عزت وعصمت پر ہاتھ ڈالیں۔حکم عدولی کی صورت میں ان پر وہی حد نافذ ہوگی جو کسی مسلمان خاتون کی عصمت دری پر مقرر ہے۔

۴۔حدِّ قذف:

مسلم معاشرے میں کسی پاک دامن پر تہمت زنا لگانا شدید جرم ہے،جس کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے:

الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا. (النور:۴)

''اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں کو پھر نہ لائے چار مرد شاہد تو مارو ان کو اسی (۸۰) دُرے اور نہ مانو ان کی گواہی اور وہی لوگ ہیں نافرمان۔''

اس آیت میں پاکدامن عورتوں پر تہمت زنا لگا کر اس کا شرعی ثبوت (یعنی چار عاقل بالغ اور مسلمان گواہ) پیش نہ کرنے والے پر حد قذف لگانے کا حکم ہے۔پاکدامن ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہ غیر مسلم خواتین بھی ہوسکتی ہیں۔اگر کوئی شخص کسی ذمی عورت پر تہمت لگائے تو اس پر بھی یہ حد جاری ہوگی۔درمختار میں لکھا ہے کہ

''یہ حد نافذ ہوگی چاہے آزاد ہو یا غلام۔اسی طرح چاہے ذمی ہو یا عورت ہو۔''(۵)

۵۔معاشی تحفظ:

معاشرے میں نادار و مفلس افراد کے لیے مالی معاونت کے متعلق ارشاد قرآنی ہے۔

وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات:۱۹)

''اور ان کے اموال میں مانگنے والوں اور (نہ مانگنے والوں) محروم دونوں کا حق ہے۔''

یعنی سائل اور غیر سائل مساکین محتاج لوگوں کی کفالت مسلم معاشرے اور حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ ان کا مسلمان ہونا شرط نہیں بلکہ اگر محتاج ذمی بھی ہو تو اس کی کفالت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس کفالت کی ترغیب میں ارشاد ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًاo (الدھر:۸)

''اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔''

اسلامی ریاست میں محتاج و یتیم ذمی بھی ہو سکتے ہیں جنھیں کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بتایا گیا ہے۔ اور جہاں تک قیدیوں کا تعلق ہے تو دور نبوی ﷺ میں قیدی تو صرف حربی کفار ہی ہوتے تھے۔ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ

''یہ بات تو بالکل ظاہر ہے اس لیے کہ دارالاسلام میں کوئی اسیر جنگ مشرک ہی ہو سکتا ہے۔''(۶)

مثلاً غزوہ بدر کے قیدی مشرکین مکہ تھے جنہیں مسلمان اپنی نسبت بہتر کھانا کھلاتے تھے۔ غیر مسلموں پر خرچ کرنے کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ. (البقرۃ:۲۷۲)

''تیرے ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے۔ اور جو کچھ خرچ کرو گے تم مال میں سے سو اپنے ہی واسطے۔''

اس جگہ عام اُصول بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں جس کو مال دو گے تمھیں اس کا ثواب دیا جائیگا۔ مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر مستحق کو دیا جا سکتا ہے۔ ابن حنفیہ سے روایت ہے کہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے کہ مشرکین کو صدقہ دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو اب لوگ (نادار) مشرکوں کو بھی صدقہ دینے لگے۔(۷)

ان آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہبی اقلیتوں کے مساکین و محتاج کی کفالت کرنا مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کو بھی ترغیب دی گئی ہے کہ معاشی مشکلات میں ان کے ساتھ تعاون کیا کریں۔

۶۔ تحفظِ ملکیت:

لوگوں کے ذاتی و جائیداد کی حفاظت کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. (البقرۃ:۱۸۸)

''اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق۔''

ناحق مال کھانے سے مراد چوری، خیانت، دغابازی، رشوت ستانی اور غصب وغیرہ کے ذریعے کسی کا مال و جائیداد ہتھیانا ہے۔ یہ حکم بھی عام ہے کہ مسلم و ذمی کسی کے مال کو اُن مذکورہ بالا ذرائع سے حاصل کرنا حرام ہے۔ اور حکم عدولی کرنے والا مجرم اور مستوجب سزا ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی ذمی کے مال کی چوری کرے گا تو سزا میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب اور خنزیر (جن کی انہیں اجازت ہے) کو تلف کرے گا تو اسے تاوان دینا پڑے

گا۔جیسا کہ درمختار میں ہے:

ویضمن المسلم قیمة خمره و خنزیره اذا اتلفه. (۸)

۷۔تحفظِ عزت وآبرو:

آبرو کا تحفظ بھی انسانوں کا بنیادی حق ہے۔اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ. (الحجرات:۱۱)

''تم میں سے کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ،ممکن ہے یہ اس سے بہتر ہو(یعنی بلحاظ انجام وہ اس سے بہتر ہو)۔''

ایسا مذاق جس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہو ممنوع ہے۔اس میں مسلم وذمی کی کوئی تخصیص نہیں۔بلا وجہ کسی کے ساتھ تمسخر کی اجازت نہیں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ. (الحجرات:۱۱)

''اور نہ کسی کو بُرے القاب دو۔''

یعنی ایسے القاب و نام رکھنا جس سے کسی کو تکلیف ہو حرام ہے۔اس میں بھی مسلم وذمی کی کوئی تخصیص نہیں۔فقہاء اسلام نے ارشاد فرمایا ہے:

''کہ کسی ذمی کو کافر یا مشرک کہہ کر پکارنے سے اسے اگر بُرا لگتا ہو تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اور خلاف ورزی کرنے والا مستوجب سزا ہوگا۔'' (۹)

آگے ارشاد ہے:

وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا. (الحجرات:۱۲)

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔''

غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔اس میں بھی مسلم وذمی کی کوئی قید نہیں،اس سے سب کو تکلیف ہوتی ہے،اور ذمی کو گالی یا غیبت کے ذریعے تکلیف پہنچانا ممنوع ہے۔ابن نجیم لکھتے ہیں:

ان المسلم اذا سب الذمی یعزر (۱۰)

''اگر کوئی مسلمان اسے گالی وغیرہ کے ذریعے تکلیف پہنچائے گا تو وہ مستوجب سزا ہوگا۔''

۸۔نجی زندگی کا تحفظ:

اسلام نے لوگوں کے ذاتی معالات میں دخل اندازی کو بھی منع فرمایا ہے۔اس بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا. (النور:۲۷)

''اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لو۔''

ایک اور ارشاد ہے:

وَّلَا تَجَسَّسُوْا. (الحجرات:۱۲)

''اور کسی کا بھید نہ ٹٹولا کرو۔''

ان احکام کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی نجی زندگی میں مداخلت نہ کی جائے یہاں بھی مسلم وذمی کی کوئی تمیز نہیں۔ کسی ذمی کے گھر بلا اجازت داخل ہونا۔ یا بلا وجہ اس کی عیب جوئی کے لیے اس کی ٹوہ میں رہنا اسے تکلیف پہنچانے والی حرکات ہیں۔ ذمی کو تکلیف پہنچانا ناجائز وحرام ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر کسی یہودی نے حضورﷺ سے بعض افراد کے اُن کے گھروں میں داخل ہونے کی شکایت کی تو آپﷺ نے مسلمانوں کو اس حرکت سے منع فرمایا۔

۹۔عدل وانصاف:

انسانی معاشرے میں عدل وانصاف کا قیام اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہے کہ انبیاء علیھم السلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا ایک اہم مقصد نظام عدل کا قیام بتایا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (الحدید:۲۵)

''ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔''

جہالت وبے دینی انسانی معاشرے میں ظلم وستم کا باعث ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولﷺ کو آسمانی تعلیمات دے کر اس لیے بھیجا تا کہ انسانیت راہ حق پر گامزن ہو کر عدل وانصاف کی خوگر بن جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے درمیان عدل وانصاف کا معاملہ چاہتا ہے۔ جس کے متعلق ارشاد ہے۔

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ. (النساء:۵۸)

''اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔''

اسلامی تعلیمات میں مسلم وغیر مسلم سب انسانوں کے درمیان عدل وانصاف کا حکم ہے۔ قیام عدل میں کسی قوم کی دشمنی وعداوت سے متاثر ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ تمام خواہشات وجذبات سے بالاتر ہو کر صرف اللہ کے لیے عدل وانصاف قائم کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ (المائدہ:۸)

''اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی۔ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث

انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔عدل کرو۔یہی بات نزدیک ہے تقویٰ سے۔اور ڈرتے رہو اللہ سے۔اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

دین اسلام کی یہ امتیازی شان ہے کہ کفار و مشرکین کی جانب سے اظہار نفرت و عداوت کے باوجود مسلمانوں کو راہ اعتدال سے سرمو ہٹنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ انہیں ہر حال میں نیکی اور تقویٰ پر قائم رہنے کی تاکید کرتا ہے۔کلام پاک میں ارشاد ہے:

وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی ۠ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ o (المائدہ:۲)

"اور باعث نہ ہو تم کو کسی قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو۔اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور نہ مدد کرو گناہ پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

عدل وانصاف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ ؕ وَ لَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا o (النساء:۱۰۵)

"بے شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا۔"

اس آیت کی تفسیر میں ابوبکر جصاص نے لکھا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ایک ذرہ چرالی تھی اور جب اندیشہ ہوا کہ چوری کھل جائے گی تو وہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی۔ جب یہودی کے گھر میں ذرہ پائی گئی تو اس نے چوری سے انکار کیا اور اصل چور اس یہودی پر الزام دھرنے لگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے یہودی کے مقابلے میں مسلمان کا ساتھ دیا۔ چنانچہ رسول ﷺ بھی مسلمانوں کے قول کی طرف مائل ہونے لگے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اصل واقعہ کی اطلاع دی اور یہودی کو چوری سے بری قرار دیا۔اور اس کے خلاف فیصلہ دینے سے روک دیا۔(۱۱)

یعنی عدل وانصاف کے معاملے میں ایک یہودی کے مقابلے میں ایک مسلمان کی طرف ذرا سے میلان پر آپ ﷺ کو فوراً متنبہ کیا گیا اور بذریعہ وحی آپ ﷺ کو عدل پر قائم رہنے کا اہتمام کیا گیا۔

۱۰۔مذہب کا تحفظ:

اسلام رواداری اور برداشت سکھاتا ہے۔مذہب وعقیدے میں تنگ نظری کا قائل نہیں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ. (البقرۃ:۲۵۶)

"دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ. (الکھف:۲۹)

''اور کہو سچی بات جو ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔''

ایک اور ارشاد ہے:

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِیْ٥ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ. (الزمر:۱۴۔۱۵)

''تم کہو میں تو اللہ کو پوجتا ہوں خالص کر کر اپنی زندگی اس کے واسطے اب تم پوجو جس کو چاہو اس کے سوا۔''

حضور ﷺ کی بے انتہا خواہش تھی اور اسی سلسلہ میں سعی بلیغ فرماتے تھے کہ سب لوگ اسلام میں داخل ہوں۔ لہٰذا ہر وقت متفکر و پریشان رہا کرتے تھے۔ اس پر ارشاد الٰہی ہوا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ٥ (الانعام:۱۰۷)

''اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ ہم نے تم کو ان پر کوئی محافظ (مقرر) نہیں کیا۔ اور نہ تم ان کے وکیل ہو (کہ انہیں بھٹکنے نہ دو)۔''

اسی مضمون کی ایک اور آیت ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ٥ (یونس:۹۹)

''اگر تمہارا رب چاہتا تو دنیا کے تمام لوگ سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو۔''

کلام پاک میں غیر مسلموں کی الگ مذہبی حیثیت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِيْنِ٥ (الکافرون:۶)

''ان غیر مسلموں سے کہہ دو کہ تمہارے لیے تمہارا دین ہے۔ اور میرے لیے میرا دین۔''

ان قرآنی آیات سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے رد و قبول میں لوگوں کو آزاد رکھا ہے۔ قتال کا مقصد لوگوں کو مسلمان بنانا نہیں بلکہ ان کی سرکشی و شرارت ختم کر کے انہیں مطیع و پُرامن بنانا ہے۔ اسلام کی دعوت رشد و ہدایت سب کے لیے عام ہے۔ مگر اس معاملہ میں کسی پر جبر نہیں۔ اسلام کی بنیاد توحید پر قائم ہے اور اسی کی اشاعت و ترویج کے لیے پورا نظام دعوت و جہاد قائم ہوا ہے۔ قرآن مجید نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ اور اس سے مکمل بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود غیر مسلموں کے دیوتاؤں اور مذہبی تقدس کی حامل اشیاء کو بُرا بھلا کہہ کر ان کی دل آزاری سے منع فرمایا ہے۔ اس بارے میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ. (الانعام:۱۰۸)

''اورتم لوگ بُرا نہ کہوان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا۔ پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔ اسی طرح ہم نے مُزین کر دیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو۔''

اسلام غیر مسلموں کے مذہبی اداروں کا بھی احترام سکھاتا ہے۔ اور قتال کی ایک غرض محض ان شر پسند قوتوں کا خاتمہ قرار دیتا ہے۔ جن کے سبب مذہبی مراسم کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا. (الحج:۴۰)

''اور اگر نہ ہوتا دور کرنا اللہ کا لوگوں کو بعضے ان کے بعض سے۔ البتہ ڈھائے جاتے خلوت خانے درویشوں کے اور عبادت خانے نصاریٰ کے اور عبادت خانے یہود کے اور مساجد، کہ لیا جاتا ہے بیچ ان کے نام اللہ کا بہت۔''

تاریخ گواہ ہے کہ ان قرآنی تعلیمات کے پیش نظر مسلم فاتحین نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ جہاد و قتال میں ان کی مذہبی عبادت گاہوں کو عموماً نقصان نہیں پہنچایا۔ اور نہ ان مذہبی رہنماؤں اور راہبوں وغیرہ سے کوئی تعارض کیا جن کا مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کوئی کردار نہ تھا۔ محمود غزنوی کے سومنات کے مندر کو ڈھانے کی وجہ مذہبی تعصب نہیں بلکہ عسکری ضرورت تھی۔ کیونکہ وہ مندر مسلمانوں کے خلاف مدافعت میں اہم کردار کا حامل تھا۔ اس کے برعکس زمانہ رسالت اور خلفائے راشدین بلکہ بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء کی طرف سے عطا کردہ امان ناموں میں ان کی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی۔

۱۱۔ معاشرتی حقوق:

دین اسلام کی یہ نمایاں خاصیت ہے کہ وہ غیر مسلم رعایا سے نفرت و عداوت رکھنے کی بجائے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ (الممتحنہ:۸)

''اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو نہیں لڑتے تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور انصاف کا سلوک۔ بے شک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔''

انصاف کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ معاملہ اس کے درجہ وحیثیت کے مطابق کیا جائے۔ لہٰذا جن غیر مسلم لوگوں نے محاذ آرائی چھوڑ کر ذمی بننا قبول کیا اور اسلامی ریاست کے اندر رعیت کی حیثیت سے قیام پذیر ہوں تو ان کے ساتھ شفقت و مروت کے برتاؤ کا حکم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تمام غیر مسلموں کو ایک لاٹھی سے ہانکا جائے بلکہ لازم ہے کہ معاندو مسالم کے معاملات میں ان کی حالت کے مطابق فرق کیا جائے۔ اسلام اپنی غیر مسلم رعایا کو ہندوؤں کی طرح اچھوت قرار

نہیں دیتا۔ بلکہ ان کے ساتھ ایسے روابط کا درس دیتا ہے۔ جن سے ان کی وحشت کم ہو۔ انہیں بود و باش میں سہولت ہو اور اسلامی قدروں سے شناسائی و استفادہ کا موقع ملے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ. (المائدۃ:۵)

’’آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے۔ اور حلال ہیں تم کو پاکدامن عورتیں مسلمان اور پاکدامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب دو ان کو مہر ان کے قیدِ نکاح میں لانے کو، نہ کہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو۔‘‘

یہاں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ یعنی مسلمانوں کا ذبیحہ ذمیوں کے لیے حلال ہے۔ جو انہیں ہدیہ کے طور پر یا بعوض مال دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بوقت ضرورت اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ جبکہ انہوں نے اس پر ظاہراً غیر اللہ کا نام نہ لیا ہو مسلمانوں کے لیے کھانا حلال ہے۔ ذمیوں میں سے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے لیے اس بات کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں سے رشتہ مصاہرت قائم کر سکتے ہیں۔ اپنی لڑکیوں کو مسلمان فاتحین کے ساتھ بیاہ سکتے ہیں۔ جو دونوں قوموں میں قرابت پیدا کرنے اور وحشت دور کرنے کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس چیز کا ثبوت ہیں کہ اسلام غیر مسلم اقلیتوں کو پست و ذلیل نہیں سمجھتا بلکہ مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ انہیں باقی تمام بنیادی حقوق کا بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

۱۲۔ عقدِ ذمہ کی پاسداری:

قرآن مجید میں ذمیوں اور معاہدین کے ساتھ کیے گئے تمام عقود و معاہدات کی مکمل پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝ (التوبۃ:۴)

’’مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا۔ پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلے میں کسی (دشمن) کی۔ سو ان سے پورا کرو ان کا عہد ان کے وعدہ تک۔ بیشک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے۔‘‘

معاہدین یا ذمی جب تک خود معاہدہ کے منافی کوئی حرکت یا کھلم کھلا بغاوت نہ کریں (جس کی ایک صورت حربی کفار کے لیے مخبری و معاونت ہے) اس وقت تک اسلامی حکومت کو ان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدات کو برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جب ان کی جانب سے کسی معاہدہ کے منافی حرکات کا خدشہ ہو تو اس صورت میں بھی فوری طور پر ان کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے یا معاہدہ کی تنسیخ سے قبل انہیں مطلع کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ چاہیں تو اپنے رویہ پر نظرِ ثانی کر سکیں یا اپنی حفاظت کا بندوبست کر سکیں۔ اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِیَانَۃً فَانۡۢبِذۡ اِلَیۡہِمۡ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡخَآئِنِیۡنَ ۵ (الانفال:۵۸)

''اور اگر تجھ کو ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر۔ بیشک اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز۔''

اسلام غیر مسلموں کی جانب سے دھوکہ دہی کے جواب میں بھی مسلمانوں کو دھوکہ وفریب کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ کھلم کھلا طور پر معاہدے کو منسوخ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ دونوں فریق سابقہ معاہدات کی نسبت کس شک وشبہ میں نہ رہیں۔

حرفِ آخر:

الغرض قرآنی تعلیمات سے یہ بات خوب ثابت ہوتی ہے کہ اسلام دنیا میں قیام امن وسلامتی کا داعی دین ہے۔ انسانیت کی بے جا خون ریزی ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ نہ ہی مذہب وعقیدہ کے معاملہ میں کسی قسم کے جبرو اکراہ کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام میں جہاد وقتال کی فرضیت بھی صرف جارحین کے فتنہ وفساد کے سد باب اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے ہے اور اگر کوئی شخص وقوم اپنے مذہب وعقیدہ پر برقرار رہتے ہوئے اسلامی ریاست میں بطور ذمی ومعاہد رہنا چاہے تو اس کے جان و مال اور عقیدہ و مذہب کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیگر تمام بنیادی حقوق کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ قرآن پاک کی اسی تعلیم کا فیضان ہے کہ اسلام کی پوری تاریخ میں غیر مسلم اقلیتیں مسلمانوں کے زیر حکومت امن ورواداری کے ماحول میں صدیوں تک آباد رہی ہیں اور مسلم اُمہ کا یہ وصف آج تک نمایاں ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) دورِ جدید میں تمام مسلمان ممالک میں باقاعدہ افواج کا نظام ہے اور تمام شہریوں سے ملک کے دفاع کے لیے ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں، اس لیے اب الگ سے جزیہ کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ (مدیر)

(۲) بلاذری احمد بن یحیٰ فتوح البلدان (ترجمہ ابوالخیر مودودی) ص ۸، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۰ء

(۳) جصاص احمد بن علی، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۴، بیروت، دار الکتب العربی، ۱۳۳۵ھ

(۴) جصاص، احکام القرآن، ۲:۲۳۸

(۵) مودودی ابوالاعلیٰ مولانا، اسلامی ریاست، ص: ۵۵۶، لاہور، اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء

(۶) حصکفی علاؤالدین، درمختار، ج ۴، ص ۴۵، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی

(۷) جصاص، احکام القرآن، ۱:۴۶۱

(۸) جصاص، احکام القرآن، ۱:۴۶۱

(۹) حصکفی علاؤالدین، ۳/۲۷۳

(۱۰) الاشباہ والنظائر، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص: ۲۵۷

(۱۱) ابن نجیم زین العابدین، بحر الرائق، کوئٹہ، مکتبہ ماجدیہ، ص: ۵۰۹